# کتبِ سیرت اور اسرائیلی روایات

پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس ☆

**Abstract:**

Isra'iliyyat is the body of narratives originating from the Jewish and Christian's traditions through Bible, Taurah and Talmud. These narrations are found mainly in the works of Qur'anic commentaries, Hadith explanations, History compilations and Seerah descriptions. These consist of information about earlier Prophets with Prophet(SAW) mentioned in the Bible and the stories about the ancient Israelites with fable allegedly taken from Jewish sources. In Seerah Books, these Isra'iliyyat narrations are also quoted but nobody made his research about the true, authentic and original nature of these. These traditions of Israelites were communicated in society from generation to generation through unreliable sources. In this modern age when the trend of writing the Seerah books is increasing day to day including these traditions of Isra'iliyyat but nobody felt that nature, existence and truth of the narrator with the content of his tradition should be checked that if any insulting and ridiculous view or thinking against Prophet (?) with His family is not coming out. So, it is the stern need of society and responsibility of Seerah writers that the strict rules and regulations may be made for knowing the undoubted and unambiguous nature and body of these narrations.

**Keywords:** Seerah, Israiliyyat, Bible, Manazir Ahsan.

اسرائیلی روایات کا مصدر و مأخذ تورات، تالمود، انجیل اور اس کی شروح و حواشی اور احبار و رہبان سے سنی ہوئی باتیں ہیں۔ مسلمانوں سے ان کے میل ملاپ سے یہ ساری روایات ہمارے دینی ادب میں شامل ہو گئیں۔ بنیادی طور پر چونکہ یہ الہامی مذاہب ہیں اس لیے بعض قصص و واقعات اور معاملات و اخلاقیات میں مماثلت لازمی امر تھا۔ اس مماثلت کی تشریح و توضیح کے ضمن میں پورا ''اسرائیلی ادب''

☆ ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اور ینٹل لرننگ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ہماری روایات کا حصہ بن گیا۔ علماء نے اس ذخیرہ میں سے بھی صحیح اور سقیم کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث اسرائیلی ادب کے بارے میں اہل اسلام کے نقطۂ نظر کا واضح اور دوٹوک فیصلہ کر دیتی ہے۔ اس حوالہ سے علماء نے جو توضیحات وتشریحات پیش کیں وہ اسی کی روشنی میں ہیں۔

"بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ وَ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ"[۱]

(میری طرف سے لوگوں کو احکامات پہنچاؤ چاہے وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، اور بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں حرج نہیں اور جس نے مجھ سے قصداً جھوٹ منسوب کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔)

جس طرح قرآنِ کریم کے بعض حصے دوسرے بعض کی تفسیر ہیں، اسی طرح بعض احادیث دوسری احادیث کی تفسیر وتوضیح ہیں۔ اس حدیث کی مزید تشریح درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

"لَا تُصَدِّقُوْا أَھْلَ الْکِتَابِ وَلَا تُکَذِّبُوْھُمْ"[۲]

(اہلِ کتاب کی تصدیق کیجیے نہ تکذیب۔)

چوں کہ یہ اسرائیلی روایات ہمارے پورے دینی ادب ۔۔۔ حدیث، تفسیر اور سیرت ۔۔۔ میں موجود ہیں اس لیے علماء نے اس کے لیے قواعد وضوابط وضع کیے۔ کتبِ تفاسیر میں موجود اسرائیلی روایات پر خاص توجہ مرکوز کی گئی مگر حدیث اور سیرت کے حوالہ سے ابھی مزید کام کی گنجائش ہے۔

کتبِ سیرت کا جائزہ لیں تو اسرائیلی روایات کی ایک کثیر تعداد ملتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتبِ سابقہ اور علمائے یہود ونصاریٰ کے ہاں نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری سے متعلق مواد وروایات اور اخبار وحکایات موجود تھیں۔ یہی روایات بعثتِ نبوی سے قبل علماء بیان کرتے تھے۔ بعد ازاں یہ کتبِ سیرت کا حصہ بن گئیں۔ کتبِ سیرت میں ان روایات کے اندراج کی وجہ درج ذیل آیات سے بآسانی سمجھی جاسکتی ہے:

۱۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ[۳]

(جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمی ہے جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔)

۲۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَ مُبَشِّرًام بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ م بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ

(اور یاد کرو جب عیسیٰ فرزند مریم نے فرمایا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہے، اور ایک رسول کا مژدہ دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائے گا، اس کا نام (نامی) احمد ہوگا۔)

۳۔ وَلَمَّا جَآءَ ھُمْ کِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْلا وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖز فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ۔[۵]

(جب اللہ کی طرف سے ان کے پاس وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس (کتاب) کی تصدیق کرتی ہے جو ان کے پاس تھی اور وہ اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کافروں پر فتح مانگتے تھے، تو جب ان کے پاس وہ نبی تشریف فرما ہوا جسے وہ جانتے تھے تو اسے ماننے سے انکار کر دیا، سو (دانستہ) کفر کرنے والوں پر اللہ کی پھٹکار ہو۔)

۴۔ قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔(۶)

(ہم آپ کا بار بار آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھ رہے ہیں تو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں، تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔ (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں ہو، اپنے منہ اس کی طرف پھیر لیا کرو اور بے شک جنھیں کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ ان کے رب کی طرف سے یہ حکم برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ کرتے ہیں۔)

ان آیات سے یہ حقائق مبرہن ہوتے ہیں کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کائنات کی وہ آفاقی حقیقت ہے جس کو تخلیقِ کائنات سے تا صبح قیامت ہر کوئی جانتا اور سمجھتا ہے مگر عرفان وایمان ہر ایک کا مقدر نہ بن سکا۔ یہی آیات کتبِ سیرت میں اسرائیلی روایات کی بنیاد بنیں۔ علماء نے ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سابقہ کتب کی روشنی میں'' کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔ ایسی چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

(i) پروفیسر ابراہیم خلیل احمد: **محمد ﷺ فی التوراۃ والانجیل والقرآن**
(ii) ڈاکٹر شفیع ماحی احمد: **محمد ﷺ فی بشارات التوراۃ والانجیل**
(iii) ابن اکبر اعظمی: محمد (ﷺ) ہندو کتابوں میں
(iv) محمد یحییٰ خاں: ذکرِ محمد (ﷺ) آسمانی صحیفوں میں
(v) قاضی حبیب الرحمٰن منصور پوری: سیرتِ آنحضرت ﷺ بائبل کی روشنی میں
(vi) عبدالستار غوری: محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بائبل کی چند پیشین گوئیاں
(vii) جاوید احمد عنبر مصباحی: بائبل میں نقوشِ محمدی
(viii) محمد اشرف سیالوی: انبیاء سابقین اور بشاراتِ سید المرسلین ﷺ
(ix) حکیم محمد عمران ثاقب: بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ
(x) شیریں زادہ خدوخیل بعثتِ نبوی پر مذاہبِ عالم کی گواہی

دلائل النبوۃ پر لکھی گئی کتب میں ایسے ابواب موجود ہیں جن سے اہلِ کتاب کے ہاں نبی کریم ﷺ کے تذکرہ کی روایات ملتی ہیں۔ اس کی ایک مثال امام اصبہانی کی ''دلائل النبوۃ'' کا یہ باب ہے:

**"فصل فی ذکر شهادة النجاشی والقسيسين والرهبان بنبوة النبی ﷺ فی الانجيل"**(۷)

کتبِ سیرت میں مندرجہ یہ روایات بھی صحیح، ضعیف اور موضوع کی تقسیم سے خالی نہیں ہیں۔ اسی طرح بعض ایسی روایات بھی ہیں جو مقامِ نبوت کے منافی ہیں، ان کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی روایات بھی ہیں جن میں ان فضائل وخصائص کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں۔ صحیح روایات کی ایک مثال عطاء بن یسار کی یہ روایت ہے:

"لقيتُ عبدَ الله بنَ عمرو بنِ العاص رضى الله عنهما قلتُ أخبِرنى عن صفةِ رسول اللّٰهﷺ فى التوراةِ، قال أجل واللّٰهِ انهُ لَموصوف فى التوراةِ ببعض صفتِهِ فى القرآن: يا أيُّها النبيُّ انّا ارسلناكَ شاهداً ومبشراً ونذيراً وحرزاً للاميّين انتَ عبدى ورسولى سمّيتك المتوكل، ليس بفظٍّ ولا غليظ ولا سخّاب فى الاسواق ولا يدفع بالسيّئة السيئة ولكن يعفو ويغفر ولن يقبضَه اللّٰهُ حتى يُقيم به الملةَ العوجاءَ بأن يقولوا لا اله الا الله ويُفتح بها اعين عميٌ وآذانٌ صمٌّ وقلوبٌ غُلْف"(۸)

(بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا مجھے رسول اللہﷺ کی اس صفت کے متعلق بتایئے جو تورات میں ہے۔ انھوں نے کہا اچھا! اللہ کی قسم تورات میں آپﷺ کی ان بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ یہ ہیں: اے نبی! (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا درآنحالیکہ آپ شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں اور امین کی پناہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں ہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے ہیں، لیکن معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح ہرگز قبض نہیں کرے گا، حتی کہ آپ کے سبب سے ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا، بایں طور کہ وہ کہیں گے "لا الہ الا اللہ" اور آپ کے سبب سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔)

اس روایت پر عطاء بن یسار یہ اضافہ بھی کرتے ہیں:

"ثم لقيت كعب الاحبار فسألته، فما اختلفا فى حرف الاان كعباً يقول: أعينا عمومٰى وآذانا صمومٰى و قلوبا غلوفٰى "(۹)

"پھر میری کعب احبار سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو دونوں کی بات میں ایک حرف کا اختلاف بھی نہیں تھا مگر یہ کہ کعب نے "اعينٌ عميٌ" کی جگہ "أعينا عمومٰى"، "آذانٌ صمٌّ" کی بجائے "آذانا صمومٰى" اور "قلوبٌ غُلْف" کی بجائے "قلوبا غلوفٰى" کہا۔"

درج بالاعنوانات واقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیلی روایات کسی نہ کسی طور پر کتبِ سیرت کا حصہ ضرور رہی ہیں، لیکن واضح رہے کہ ان کے رد وقبول کے اصول وقواعد وہی ہوں گے جو مفسرین نے ذکر کیے ہیں، مگر سیرت نگاری میں اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہاں تاریخی

واقعات کی ترتیب اور تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے بعض اوقات تفصیلات کی ضرورت پڑتی ہے لیکن تفسیر میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمارے جلیل القدر سیرت نگاروں نے اس حقیقت علمی کو تسلیم کیا اور جہاں روایات اس طرح کی تھیں کہ وہ علمِ حدیث کے اصولوں پر بالکل پورا نہ اترتی تھیں ان کو رد کر دیا۔ درج ذیل دو روایات اور ان پر علامہ سیوطی کا تبصرہ لائقِ مطالعہ ہے:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک طویل روایت مروی ہے جس میں آپ ﷺ کی ولادت کے وقت مختلف صالح خواتین کا نظر آنا، دورِ حمل کی نشانیوں، تین جھنڈے نصب کرنے اور آپ کے وجودِ اطہر کو دنیا میں لے جانے جیسے واقعات کا ذکر ہے۔(۱۰)

۲۔ دوسری روایت بھی ابونعیم نے نقل کی، راوی حضرت عباسؓ ہیں جس میں ایک خواب کا ذکر ہے اور کاہنہ نے اس کی تاویل بتائی۔

ان دونوں پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ یہ روایت اور اس سے پہلے کی دو روایات سخت منکر ہیں۔ میری کتاب میں اس درجہ کی کوئی دوسری منکر روایت نہیں ہے۔ میں ان روایات کو درج نہیں کرنا چاہتا تھا، صرف ابونعیم کی اتباع میں نقل کر دی ہیں۔(۱۱)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ولادت کے واقعات یقیناً ایسے لوگوں کے ذریعہ ہی ہم تک پہنچے جو مسلمان نہ تھے مگر ان روایات کو بھی محدثین کی طرز پر جانچا اور پرکھا گیا۔ مگر بنیادی طور پر اس سے یہ اصول ضرور سامنے آتا ہے کہ قبل از اعلانِ نبوت کے واقعات کے لیے ایسے راویوں پر اعتبار و اعتماد کیا جا سکتا ہے جن میں عدالت وثقاہت کے اوصاف موجود ہوں۔ یہ اصول صرف فضائل و کمالات اور تاریخی روایات کے بیان کے حوالہ سے تو درست ہے مگر ایسی روایات جن سے خاندانِ نبوی ﷺ کی عظمت پر حرف آتا ہو، کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسی روایات ان احادیث صحیحہ سے متصادم ہیں جن میں خاندانِ نبوی ﷺ کے تقدس مآب ہونے کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں اس روایت کو بطورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے والدِ گرامی مرتبت سیدنا عبداللہؓ کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں جن خواتین کے نام نقل کیے گئے کہ انھوں نے آپؓ سے تعلق قائم کرنے کی کوشش کی ان میں یعلی العدویہ، فاطمہ، قتیلہ، خثعمی اور قریشی قبیلہ کی ایک عورت شامل ہے۔(۱۲)

ان روایات کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کے پاک دامن کو داغ دار کرتی ہیں۔ اسی لیے ''دلائل النبوۃ'' کے محقق نے ایک روایت (رقم: ۲۲) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

**''وھذا اسناد ضعیف منقطع بل فی حکم الموضوع حیث قال ابن اسحاق کما فی ''الروض الانف'' قال فیما یزعمون و ھذا یعنی قولاً لا اساس له من الصحة**

بل ما جاء یخالف الاحادیث الصحیحۃ۔"(۱۳)

ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کا اس حوالہ سے تبصرہ نہایت بصیرت افروز ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ افتراء پردازوں نے جناب عبداللہ کی شخصیت کے گرد ایک کہانی کا جال بن دیا ہے جس سے نبی ﷺ کی ولادت سے متعلق مبالغہ آرائی کے ساتھ ایک افسانوی قصے کو منسوب کیا گیا ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ایک رسوا عورت۔۔۔ پھر کہا کہ ایک عصمت فروش عورت، پھر کہا کہ ایک کاہنہ اور چوتھی مرتبہ کہا کہ عبداللہ کی دوسری بیوی۔۔۔ نے عبداللہ کو خواہشِ نفس کے لیے اپنی طرف بلایا، کیونکہ اس نے ان کی آنکھوں میں نور دیکھ رکھا تھا۔ لیکن انھوں نے اپنی بی بی آمنہ کے مقابلے میں اسے رد کر دیا۔ یہ روایت سند اور متن کے لحاظ سے منکر ہے۔ ہر قاری اس کے بارے میں مختلف روایات پڑھتا اور اس کی سند میں بڑا اختلاف و اضطراب دیکھتا ہے۔ ساتھ ہی اس عورت کی تعیین کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔"(۱۴)

کتب دلائل اور سیَر میں ایسی روایات بھی ہیں جن کا تعلق نبی کریم ﷺ سے متعلق پیش گوئیوں سے ہے۔ یہ روایات کی اہل کتاب سے مروی ہیں۔ ان سے متعلقہ واقعات کو بھی علمِ حدیث کے رائج قواعد و ضوابط کی روشنی میں نہیں پرکھا جائے گا، کیونکہ ان سے عقیدہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مسئلہ اخذ ہوتا ہے۔ اس حوالہ سے سید مناظر احسن گیلانی کا یہ طویل اقتباس لائق توجہ ہے:

"حدیث اور تاریخ میں فرق کرنا ضرور ہے۔ حدیث سے عقائد اور احکام پیدا ہوتے ہیں اس لیے اس میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے لیکن تاریخ سے فقط واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ پھر جس معیار پر عموماً تاریخی روایتیں جانچی جاتی ہیں ان ہی پر میلاد مبارک کی روایتوں کو بھی چاہیے کہ جانچا جائے کیونکہ میلادی روایتوں سے نہ عقیدہ کا پیدا کرنا مقصود ہے اور نہ کسی قانونی حکم کے استنباط میں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ ایک واقعہ ہوا ہے بس اتنا ہی ظاہر کرنا ہے اور اس کے لیے صرف یہ دیکھ لینا چاہیے کہ گرد و پیش کے حالات اس کے مؤید ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں اور اس کے بعد ایسے ذرائع جن پر تاریخ میں اعتماد کیا جاتا ہے ان کے توسط سے ہم تک کسی واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی اطلاع پہنچتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کے انکار کی گنجائش عقل ہو یا منطق، آخر خواہ مخواہ کیسے اور کیوں پیدا کرے گی؟ یہ ایک بڑا مغالطہ ہے کہ محدثین کی کڑی تنقید کا حربہ تاریخی روایتوں پر بھی چلا دیا جائے۔ حالانکہ اگر ایسا کیا جائے گا تو دنیا کی تمام تاریخیں نہ صرف قدیم زمانہ کی بلکہ زمانہ حال کے متعلق جو تاریخی روایتیں جمع کی جاتی ہیں۔ یقین کیجیے کہ یکا یک ان کا سارا دفتر بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ آخر کسی قوم کی تاریخ اس طریقہ سے مرتب ہوئی ہے کہ اس کے ہر واقعہ کی سند شاہد عینی تک مسلسل پہنچتی ہو پھر سلسلہ کا ہر راوی صدوق (سچا) متقی (پارسا) قوی الحافظہ، عادل، ضابطہ، الغرض ہر قسم کی اخلاقی کمزوریوں سے بلند ہو اور حفظ روایت کے لیے اس کے پاس تمام فطری قوتوں سے ممکنہ حد تک آراستہ و پیراستہ ہو، اس کے حافظہ میں، بیان کرنے میں، سمجھنے میں کسی قسم کا جھول نہ ہو، اللہ اکبر، یونان و روما، ایران و ہند، عرب و اندلس کی تاریخیں تو خیر، ہمارے زمانہ کی عالم

گیر جنگوں کے حوادث جو گزرے ہیں، کیا ان میں پیش آنے والے واقعات جن کا مؤرخین اپنی کتابوں میں ذکر کر رہے ہیں، یا آئندہ کریں گے، محدثین کے تنقیدی معیار پر واقعہ تو یہ ہے کہ ان کی تصحیح آسان نہیں ہے۔ احکام وقوانین جن حدیثوں سے پیدا ہوتے ہیں، ان کو اپنے مقررہ معیار پر جانچ جانچ کر محدثین نے مسلمانوں تک جو پہنچایا ہے میرے نزدیک تو یہ بھی عظیم الشان معجزہ ختم نبوت کا اسی طریقہ سے ہے جیسے قرآن مجید کا ہزار ہا فتنوں اور مصائب سے بچ کر پاک وصاف نکل آنا اور دنیا میں اعتماد واطمینان کی پوری ضمانتوں کے ساتھ باقی رہنا اس آخری نبوت کے معجزہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

بہر حال عقل کا تقاضہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قربِ ظہور سے پہلے غیب کے مختلف پردوں پر آمد آمد کی مختلف تجلیاں تڑپ رہی ہوں گی۔ ملکوت وجبروت ومثال ہر مقام کی یہی ہنگامہ آرائیاں خواب یا بیداری میں لوگوں پر اگر منکشف ہوئیں اور مکاشفاتی رنگ میں پانے والے ان کو اگر پاتے رہے ہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا، کہ لوگ ان واقعات کو حیرت سے کیوں سنتے ہیں! بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس نوعیت کی آگاہیوں کا تذکرہ اگر نہ کیا جاتا تو یہ واقعہ محلِ تعجب ہو سکتا تھا۔

آخر اس کے بھی کوئی معنی نہیں کہ بادشاہ کا ساقی اپنی اس خدمت کو اس کے وقوع سے پہلے ایک خاص رنگ میں دیکھ لیتا ہے۔[۱۵] حالانکہ یہ بھی کوئی واقعہ ہے لیکن جب آسمان کی بادشاہت کا زمانہ بالکل قریب آجاتا ہے تو سوچنے والے آخر کس طرح سوچتے ہیں کہ اس وقت کچھ نہ ہوا۔[۱۶]

اب لوگوں کو کیا کہیے، پہلے تو تاریخی واقعات اور آثار واحادیث جن سے مسلمانوں کی دینی زندگی کے قوانین پیدا ہوتے ہیں ان دونوں میں جو جوہری امتیاز ہے اس سے چشم پوشی کی گئی اور کیا عرض کیا جائے، صحیح اور غلط روایتوں میں تمیز کے لیے بعضوں میں روحانی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، اس سے بھی لوگ عموماً محروم ہوتے ہیں۔ ورنہ مسلمانوں کے ایسے اکابر مثلاً حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ المتوفی ۲۷۳ھ جب میلادی واقعات کو بیان فرماتے تھے تو سند کے جھگڑوں سے الگ ہو کر اپنی روحانی بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جب اللہ نے آنحضرت ﷺ کو حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں ظاہر کرنا چاہا تو اس وقت رجب کا مہینہ اور جمعہ کا دن تھا۔ اس وقت خدائے قدوس نے بہشت کے فرشتہ رضوان کو حکم دیا کہ فردوس کے دروازے کھول دو، اور اس وقت پکارنے والے نے آسمان اور زمین میں پکارنا شروع کر دیا کہ چھپا ہوا محفوظ نور آج کی رات آمنہ کے شکم مبارک میں ٹھہرتا ہے اور یہیں آپ کی شکل وصورت تیار ہوگی اور وہ دنیا کو خوشخبریاں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے آگے بڑھے گا۔[۱۷] اور بات سچی ہے بھی یہی کہ جو دیکھ سکتا ہے اس کو سننے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ دیدہ کی جانچ دیدہ سے ہو سکتی ہے۔ جن کی آنکھیں زیادہ روشن ہیں ظاہر ہے کہ ان کی چیزیں کم روشنی والوں پر مرجح ہوں گی اور اسی لیے کہا جاتا ہے کہ شریعت یعنی آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں میں الہام اولیاء حجت نہیں لیکن جہاں دیدہ، دیدہ میں تزاحم نہ ہو تو پھر شنیدہ سے اگر وہ ٹکرائے تو ٹکرانے دو، قوی ضعیف کو خود مغلوب کر لے گا۔''[۱۸]

سید مناظر احسن گیلانی نے ان واقعات کو ظاہر پر محمول کرنے کی بجائے مکاشفاتی اور مشاہداتی بھی قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ان روایات کی اسناد پر بحث کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ انھوں نے ان واقعات کو مختلف مکاشفاتی نام دیے ہیں، جیسے:

- مثالی ہستیوں کا مکاشفہ
- جھنڈوں کا مکاشفہ
- سفید ابر کا مکاشفہ

سیرت میں اسرائیلی روایات کے منابع بھی تقریباً وہی ہستیاں ہیں جو کتب تفاسیر کے ہیں۔ چند اسماء درج ذیل ہیں:

(i) حضرت ابو ہریرہؓ
(ii) حضرت ابن عباسؓ
(iii) حضرت عبداللہ بن سلامؓ
(iv) حضرت سلمان فارسیؓ
(v) حضرت حسانؓ

ان کے علاوہ کعب احبار اور وہب بن منبہ بھی ان میں شامل ہیں۔

کتبِ سیرت میں اسرائیلی روایات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ تمام اسرائیلی روایات اپنی صحت وضعف اور قبول وعدم قبول کے اعتبار سے ایک جیسی نہیں ہیں، لیکن اس امر کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ان امور میں صرف روایاتِ صحیحہ کو قبول کرنا قرینِ قیاس نہیں۔ یہ روایات ماضی کی تاریخ کا حصہ ہیں ان کو اسی تناظر میں دیکھنا ہوگا مگر ان روایات کو ایسے عناصر سے پاک ہونا چاہیے جو اسلام کی بنیادی فکر، سیرت کے لازمی اجزاء اور نبوت کے لوازمات کے منافی ہوں۔ علاوہ ازیں یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک صحیح روایت کی تمام معلومات صحیح ہوں یا ایک ضعیف/موضوع روایت کی تمام معلومات غلط ہوں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سیرت النبی ﷺ میں ایسی روایات کا سند ومتن کے اعتبار سے تنقیدی مطالعہ کیا جائے۔

# حوالہ جات


۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذُ کرعن بنی اسرائیل، رقم الحدیث:۳۴۶۱

۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب مایجوز من تفسیر التوراۃ۔۔۔، رقم الحدیث:۷۵۴۲

۳۔ الاعراف:۱۵۷

۴۔ الصّف:۶

۵۔ البقرۃ:۸۹

۶۔ البقرۃ:۱۴۴

۷۔ اصبہانی، اسماعیل بن محمد، دلائل النبوۃ، دارالعاصمۃ، ریاض:۱۴۱۲ھ، ج:۳،ص:۸۵۴

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب کراہیۃ السخب فی الاسواق، رقم الحدیث:۲۱۲۵

۹۔ احمد بن حنبل، المسند، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم الحدیث:۶۶۲۲، ریاض: بیت الافکار الدولیۃ، ۲۰۰۲ء، ص۵۷۴

۱۰۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الخصائص الکبریٰ، قاہرہ: دارالکتب الحدیثۃ، س ن، ج:۱،ص:۱۱۸۔۱۲۰

۱۱۔ ایضاً،ص:۱۲۲ (''خصائص الکبریٰ'' کے محقق اور محشی جامعہ ازہر کے استاذ ڈاکٹر محمد خلیل ہراس نے بھی ان روایات کو مناکیر اور غرائب میں شمار کیا اور امام سیوطی کے اس قول پر تبصرہ کیا ہے کہ مؤلف نے جس طرح اس حدیث کے ضعف ونکارت پر تنبیہ کی ہے، انھیں اس کا التزام اپنی ہر روایت میں کرنا چاہیے تھا۔ (ایضاً،ص:۱۲۱))

۱۲۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، قاہرہ: دارالحدیث، ۲۰۰۶ء، ج:۱،ص:۹۶۔۹۸، ان روایات کو امام بیہقی نے ''باب تزوج عبداللہ بن عبدالمطلب ابی النبی آمنۃ بنت وھب۔۔'' میں نقل کیا ہے۔

۱۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ج:۱،ص:۹۶

۱۴۔ اکرم ضیاء العمری، ڈاکٹر، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۹۴ء، ج:۱،ص:۹۴۔۹۵

۱۵۔ قرآن مجید میں ہے کہ ایک قیدی نے خواب دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ حضرت یوسفؑ نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ تم بادشاہ کو شراب پلانے کی خدمت کرو گے۔ اور یہی واقعہ پیش آیا۔ ''قال احدھما انی ارانی اعصر خمرا۔۔۔اما احدکما فیسقی ربہ خمرا۔ یوسف:۳۶،۴۱

۱۶۔ انجیل متی ۴/۱۷، حضرت عیسیٰؑ کے اس جملہ کی طرف اشارہ ہے کہ تحلیل کی جھیل کے سامنے سب سے پہلے انھوں نے آواز دی توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ (انجیل متی، باب نمبر۴، نمبر۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اسی واقعہ کی بشارت دینے کے لیے ہوئی تھی۔ ''مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد'' (الصّف:۲۸)

۱۷۔ شرح العلامہ الزرقانی، ج:۱،ص:۱۲۴

۱۸۔ گیلانی، مناظر احسن، میلادی مکاشفات ظہورنور، مشمولہ: فیوضاتِ گیلانی، مرتبہ: حافظ محمد بلال اعجاز، لاہور: مکتبہ احمد، ۲۰۰۸ء،ص:۸۴۔۸۷